Open Access
Al Khadim Research Journal
Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235
ISSN (PRINT): 2710-0227

ARJICC, Vol: 2, Issue: 2,
July to September 2021
DOI: 10.53575/arjicc.u2-v2.2(21)19-37
http://arjicc.com/index.php/arjicc

قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃاللہ علیہ کے صوفیانہ تفرّدات وتوجیہات: تفسیر مظہری کی روشنی میں

Mystical Uniquenesses and Interpretations of Qazi Sanaullah Panipati: In the Light of Tafseer e Mazhari

Dr. Hafiz Farooq*
Dr. Mohsan Zia Qazi**
Dr. Anwarullah***
Sarfraz Ali****

Abstract
Qazi Sannaullah pani patti is one of the prominent figure in learned personalities of the Sub Continent. He is also a great sofi. He gained his spiritual and selfpurification education and guidanes from sufia of tasawwuf. He did alot of work in different fields and areas of Islam. He was a great messenger of the Shaikh Mujaddid's thoughts. He was spirtual follower of Mirza Mazhar Jan-e-jana, who was the great leader of movement of Shaikh Mujaddid. His tafseer Mazhri has a great importance in tafaseer. The following article shows the spirtual educational and practical life of Qazi Sanaullah Pani Patti .
Keywords: Pani patti, Interpretation, spirtual educational, tasawwuf

تعارف

قرآن مجید علوم ومعانی کاایک بے کراں سمندر ہے،اس کے حقائق ومعانی کی گرہ کشائی اوراسرار وحکم کی جستجو وتلاش کا سلسلہ اس وقت سے جاری ہے جب یہ نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا؛لیکن آج تک کوئی یہ دعویٰ نہیں کرسکا کہ اس نے اس بحر علم وحکمت کی تمام وسعتوں کو پالیاہے۔مسلمان مصنّفین نے لغات،تاریخ،اصول،احکام اور دوسری بے شمار جہتوں سے قرآن کی جو خدمت انجام دی ہے،اس میں عرب ومصر،بلخ ونیشاپور، سمرقند وبخارااور دنیاکے دوسرے بلاد وممالک کے مصنّفین اوراصحابِ علم نے جہاں حصہ لیا وہیں برصغیر پاک وہند کے علماء بھی اس کارِ عظیم میں ہر قدم پران کے دوش بہ دوش اور شانہ بہ شانہ رہے۔انہیں نامور شخصیات میں سے ایک قاضی ثناءاللہ رحمۃاللہ علیہ ہیں جن کی تمام کتب معلومات وحقائق کامرقع اور علوم ومعارف کا گنجینہ ہیں؛لیکن ان کی کتابوں میں جو شہرت اور مقبولیت تفسیر مظہری کو حاصل ہوئی وہ ان کی کسی اور کتاب کو نہیں حاصل ہوئی۔اس آرٹیکل میں یہ واضح کیا گیاہے کہ قاضی صاحب نے دوسرے مسائل کے ساتھ ساتھ تصوف کے انتہائی دقیق مسائل اور باریک نکات،صوفیاکے افکار ونظریات پر ہونے والی تنقیدات کوافراط وتفریط سے بچتے ہوئے کیسے احادیث اور آیات کی روشنی میں واضح کیاہے جس سے یہ بھی واضح کرنا مقصود ہے کہ ان کا نظریۂ تصوف ان نظریات کی آمیزش سے پاک ہے جو شریعت اسلامی کی روح سے غیر ہم آہنگ ہیں۔

* Assistant Professor,Department of Islamic Studies, Postgratuate College Gojra, Faislabad.
**HOD Islamic Studies AMBLEM Education System Rawalpindi, Pakistan
*** Corresponding Author,Lecturer, Department of Islamic Studies ,University of Okara, Okara,Email:dr.anwarullah@uo.edu.pk
**** PhD Scholar, Dept. of Islamic Studies, University of Okara

قاضی محمد ثناءاللہ پانی پتیؒ ہندوستان کے مشہور اور مردم خیز شہر ''پانی پت''میں پیدا ہوئے اور یہیں اسّی سال سے زیادہ عمر پاکر وفات پائی۔ یہ شہر صدیوں سے آباد چلا آرہا ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی تک یہ ضلعی صدر مقام رہا۔ یوں تو سرزمینِ پانی پت میں متعدّد اربابِ علم و فضل پیدا ہوئے، جنھوں نے اپنے ایامِ زیست انسانی خدمت اور علم وادب کی ترویج کے لئے وقف کر دیئے۔ انسانیت کے لئے ایسی گرانقدر خدمات سرانجام دیں جو ہمیشہ سنہری حروف سے لکھی جائیں گی۔

۱۱۴۰ھ اور ۱۱۴۴ھ کے درمیان اس سرزمین پر ایک ایسی شخصیت نے جنم لیا، جس نے اپنے زرّیں اوصاف اور کارناموں کی بدولت اپنا نام نہ صرف عالمی سطح کے ماہرینِ علومِ اسلامیات کی فہرست میں شامل کرایا بلکہ اپنے ملک و قوم اور مولد و مسکن کو بھی چار چاند لگادیئے۔ یہ قابلِ احترام ہستی ''محترم قاضی محمّد ثناءاللہ پانی پتیؒ'' کی ہے۔ آپؒ کا شمار ان نادر شخصیات میں ہوتا ہے جن کی پیدائش کے وقت تو کسی کو کان وکان خبر نہیں ہوتی لیکن جب وہ اپنا علمی وفکری کام مکمل کر کے عالمِ آخرت کو سدھارتے ہیں تو ایک عالم ان کا سوگوار ہوتا ہے۔

علامہ ثناءاللہ پانی پتیؒ کے اکثر سوانح نگاروں نے ان کی تاریخِ پیدائش کے مسئلہ کو درخورِ اعتناء نہیں سمجھا البتّہ اس فہرست میں اعظم گڑھ کے ایک مقالہ نگار ''محمّد فاروق بہرائچی'' نے تاریخ ولادت کے تعیّن میں عمدہ کاوش کی ہے۔ چنانچہ وہ رقمطراز ہیں:

''حضرت قاضی صاحبؒ اپنے ایک مکتوب میں، جسے آپؒ نے حضرت مولانا نعیم اللہ بہرائچی کے نام تحریر کیا تھا، لکھتے ہیں کہ اس وقت میری عمر اکیاسی (۸۱) سال ہے۔ اور یہ خط ۱۲۱۸ھ اور ۱۲۲۶ھ کے مابین لکھا گیا۔ اس حساب سے آپؒ کی پیدائش ۱۱۴۰ھ اور ۱۱۴۷ھ کے درمیان ہوئی۔[1]

اپنے عہد کے محقّق جناب پروفیسر احسان الٰہی رانا (مقالہ نگار اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ) نے قطعی تعیّن کے ساتھ سالِ پیدائش ۱۱۴۳ھ تحریر کیا ہے۔[2]

مزید برآں قاضی صاحب کے ایک خاندانی بزرگ قاری ابو محمّد محیّ الاسلام پانی پتی نے ان کا سنِ پیدائش ۱۱۴۰ھ اور ۱۱۴۵ھ کے درمیان روایت کیا ہے۔

قاضی صاحبؒ نے دستور کے مطابق سات سال کی عمر میں سب سے پہلے قرآنِ کریم حفظ کیا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ بچپن ہی سے ان کا حافظہ بہت قوّی تھا۔ پانی پت کی خاک سے سینکڑوں حفّاظ اور قراء نے جنم لیا، جنھوں نے اپنے لہجے اور خصوصی فکر و فن سے نہ صرف اپنے علاقے بلکہ پُورے عالمِ اسلام کو متاثّر کیا۔

قاضی صاحبؒ کو کتاب اللہ سے جو گہری محبّت اور والہانہ لگن تھی اس کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ وہ روزانہ نمازِ تہجّد میں قرآنِ کریم کی ہفت منازل میں سے ایک منزل تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

قاضی محمّد ثناءاللہؒ نے اپنی ابتدائی زندگی میں نہ صرف حفظِ قرآن کی سعادت حاصل کی بلکہ قراءتِ عشرہ کی بھی تکمیل فرمائی۔ ''تفسیرِ مظہری''، جو آپؒ کی ایک بلند پایا تصنیف ہے اس کا مطالعہ کرتے وقت قاری اس فن میں ان کی مہارتِ تامہ کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

قاضی ثناءاللہ پانی پتی کا عہد تقریباً 80اسی تراسی سال پر محیط ہے۔ ہندوستان کی تاریخ کا یہ زمانہ سخت افراتفری اور کشمکش کا زمانہ تھا۔ قاضی صاحب نے جب ہوش سنبھالا تو ہندوستان میں محمد شاہ رنگیلے کی حکومت تھی اور جب انتقال کیا تو اس وقت پنجاب اور بعض ساحلی علاقوں کے سوا تمام علاقوں پر انگریز راج شروع ہو چکا تھا۔

انہوں نے جس سیاسی بہتری کی حالت میں زندگی بسر کی اس کا اندازہ وصیت نامے کی حسبِ ذیل عبارت سے ہوتا ہے، لکھتے ہیں:

''فقیرِ پُر تقصیر کہ جس نے زیادہ عمر زمانہ افلاس میں گزاری''[3]

یہ وہ دور تھا جبکہ ہندوستان میں سیاسی اقتدار کی کمزوری اور خاتمے کے ساتھ ہی اسلامی فکر بھی کمزور بلکہ ختم ہو چکی تھی۔

عصرِ حاضر کے ایک محقق خالد مسعود ہندوستان کے اندرونی خلفشار پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اورنگ عالمگیر کی وفات (۱۷۰۷ء) کے ساتھ ہی برصغیر میں مغلیہ سلطنت کے زوال کا آغاز ہو گیا لیکن اس کے مکمل خاتمے میں ڈیڑھ سو برس کا عرصہ لگا۔ اورنگزیب کی وفات کے بعد جانشینی کی جنگوں سے سلطنت کمزور و ہوتی گئی۔ عالمگیر کا بیٹا معظم بہادر شاہ اپنے دو بھائیوں کو قتل کر کے بادشاہ بنا۔ پانچ سال حکومت کے بعد وفات پائی تو جہاندار شاہ تخت نشین ہوا، ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ فرخ سیر نے ساداتِ بارہا کی مدد سے اسے قتل کر کے حکومت حاصل کی۔ سادات نے فرخ سیر کو قتل کر کے رفیع الدرجات اور رفیع الدولہ کو یکے بعد دیگرے تخت نشین کیا۔ دونوں قتل ہوئے پھر جہاندار کے بیٹے روشن اختر کو محمد شاہ کے لقب سے تخت نشین کیا۔ اس عرصے میں نادر شاہ نے ۱۷۳۹ء میں دہلی پر حملہ کیا۔ اس نے دہلی میں جو قتل عام اور لوٹ مار کی وہ ضرب المثل بن گئی۔ محمد شاہ کا تین سالہ دور اپنی ہنگامہ خیزی کے باوجود کافی طویل رہا۔ مرکز کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر سندھ، بنگال اور مرہٹے مرکز سے باغی ہو گئے۔ ۱۷۹۹ء میں رنجیت سنگھ نے پنجاب پر قبضہ کر لیا تھا اور سرحد میں اپنی حکومت قائم کر لی۔[4]

سیاسی ابتری اور اقتدار کی کشمکش کے اس دور میں مسلمان مجموعی طور پر افراتفری اور انتشار کے ساتھ ساتھ فکری جمود اور زوال کا بھی شکار ہو چکے تھے۔ اجتماعی زوال واغلاط کے باوجود عالمِ اسلام بالخصوص ہندوستان میں ہر دور میں ایسی شخصیات جنم لیتی رہیں جنہوں نے نہ صرف اس دور کے جمود کو توڑا بلکہ اپنے بعد کے زمانے پر دیرپا اور گہرے اثرات مرتب کیے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

''بارھویں صدی ہجری اگرچہ مجموعی طور پر سیاسی انتشار کا عہد ہے اور بڑی بڑی مسلمان حکومتوں کے زوال کے آثار شروع ہو گئے تھے۔ لیکن درس وتدریس، تزکیہ نفس اور اصلاحِ باطن کی سرگرمیاں کہیں کم نہیں ہوئیں۔ بلکہ ان میں سے بعض نے ایسا امتیاز پیدا کیا تھا کہ اس کی نظیر ماضی قریب میں بھی دور تک نہیں ملتی''۔[5]

مولانا کے اس اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اٹھارھویں صدی ہندوستان میں اسلامی تہذیب وثقافت کے نئے دور کی بنیاد تھی جس کے اثرات آنے والے دنوں میں واضح طور پر نظر آتے ہیں۔

اس عہد کے علماء وادباء کی ایک لمبی فہرست ہے۔ شاہ ولی اللہ کے خاندان کے علاوہ سید غلام علی آزاد بلگرامی، سید مرتضیٰ زبیدی، مولوی سلام اللہ، ملا عبدالعلی، بحر العلوم فرنگی محل، مرزا مظہر جانِ جاناں، شاہ سعد اللہ گلشن، میر ناصر عندلیب، خواجہ میر درد اور قاضی محمد ثناءاللہ پانی پتی تعلیم وتدریس سے وابستہ اس دور کے اہم علماء وادباء تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اٹھارہویں صدی کے مسلمانوں میں علوم وفنون میں دلچسپی کہیں زیادہ تھی۔ مدارس کے علاوہ دینی واخلاقی تربیت کے لیے خانقاہی نظام بھی قائم تھا۔ خانقاہوں سے وابستہ لوگ سیاسی تغیرات سے بے نیاز اپنے کاموں میں مصروف رہتے تھے۔ قاضی محمد ثناءاللہ پانی پتی اس دور کی ایک سر برآوردہ شخصیت تھے۔ وہ بیک وقت شیخ مجدد کی فکر کے امین اور شاہ ولی اللہ کے علم کے وارث تھے۔ لہٰذا وہ سیاسی ابتری اور کشمکش کے اس دور میں بھی لگاتار دین متین کی خدمت میں مصروف رہے قرآنی فکر کی ترویج، سنتِ مطہرہ کی تبلیغ اور عوام وخواص کی رہنمائی کے لئے قاضی صاحب نے قرآن کریم کی تفسیر کو ذریعہ بنایا اور ''التفسیر المظہری'' کے نام دس جلدوں میں قرآن کریم کی عظیم تفسیر تحریر فرمائی۔

قاضی صاحبؒ کی روحانی زندگی:

قاضی صاحب کی روحانی زندگی کا آغاز ''حضرت شیخ محمّد عابد سنامیؒ''(جو کہ قاضی صاحب کے والدِ محترم حضرت قاضی محمّد حبیب اللہ کے شیخ تھے) کی صحبت سے ہوا۔ اس سلسلہ میں قاضی صاحبؒ خود لکھتے ہیں: ''شیخ سنامیؒ کی توجّہ کی برکت سے خدا طلبی کا ایسا ذوق پیدا ہوا جس نے دل کو منوّر کر دیا''۔[6]

ا۔ شیخ عابد سنامیؒ

''حضرت شیخ عابد سنامیؒ''، اٹھارھویں صدی عیسوی کے مشہور ومعروف عالمِ دین اور صوفی کامل تھے۔ آپ خاندانی اعتبار سے صدّیقی، سکونت کے اعتبار سے سنامی اور طریقت کے اعتبار سے قادری تھے۔ آپ کی نسبت ''شاہ غلام علی دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

''شیخ محمّد عابد سنامی، شیخ عبد الاحد کے ان بڑے خلفاء میں سے تھے، جو علم وفضل اور تقویٰ میں عظیم المرتبہ تھے۔ وہ کثیر الذّکر اور کثیر العبادات تھے۔ اس کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ نمازِ تہجّد میں ہر روز سات مرتبہ سورۂ یٰسین اور ہر دو رکعت کے بعد ذکر اور مراقبہ فرماتے تھے۔ وہ نصف شب سے لے کر سحر تک تمام وقت یادِ خداوندی میں گزارتے تھے''۔[7]

حضرت قاضی صاحبؒ نے شیخ عابد سنامیؒ کی توجّہات سے تصوّف کی ابتدائی منازل طے کیں۔ اس سلسلہ میں صاحبِ ''خزینۃ الاصفیاء'' لکھتے ہیں: ''رفتار کی تیزی وفورِ شوق سے آپؒ نے پچاس توجّہات میں سلوک کی تمام منازل طے کر لی تھیں اور مقامِ فنا تک پہنچ گئے تھے''۔[8]

قاضی صاحبؒ خداداد استعداد کے باعث فیضِ باطنی حاصل کرنے میں بہت ہی سریع الاثر ثابت ہوئے۔ چنانچہ ''ڈاکٹر محمود الحسن عارف''، رقم طراز ہیں:

''شیخ سنامی نے اگرچہ خود قاضی صاحب کی تعلیم وتربیت مکمل نہ کی تھی مگر انھیں یہ سعادت حاصل ہے کہ ان کی روحانی تربیت اور فیضِ باطنی کی بنیاد اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی تھی، جس نے آگے چل کر قاضی صاحب کو ابنائے عصر پر مکمل طور پر ممتاز بنا دیا، جس پر قاضی صاحبؒ

نے اپنی آئندہ زندگی کی بنیادر کھی۔ یہ تمام تر سہرا شیخ سنامی ہی کے سر ہے''۔[9]

دوسری اہم شخصیت، جس نے قاضی صاحبؒ کی صلاحیتوں کو جلا بخشی اور بامِ عروج تک پہنچایا وہ تحریکِ مجدّدی کے عظیم رہنماء ''حضرت مظہر جانِ جاناں'' ہیں۔

۲۔مظہر جانِ جاناں شہیدؒ

مرزا مظہر جان جاناں اٹھارہویں صدی عیسوی کی ایک نامور شخصیت تھے۔ آپ کا تعلق نقشبندی سلسلے سے تھا۔ یہ وہ دور تھا جب کہ سلطنتِ مغلیہ تیزی سے زوال پذیر تھی۔ ایک جانب مرہٹوں کا خطرہ اور دوسر طرف ایسٹ انڈیا کمپنی کی سازشیں عروج پر تھیں۔ ملک کی اقتصادی، سماجی اور مذہبی حالت پہلے ہی دگرگوں تھی۔ اس پر آشوب دور میں مرزا مظہر جان جاناں نے عوام کی اصلاح و تربیت کا اہتمام کیا۔ اس زمانہ میں آپ کی خانقاہ رشد و ہدایت کا گہوارہ بن گئی۔ برصغیر کے دور دراز کے علاقوں تک آپ کی شہرت پھیل گئی۔ آپ صوفی باصفا ہونے کے ساتھ ساتھ جید عالم دین اور فارسی اور اردو کے شاعر بھی تھے۔

مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے مرزا مظہر جان جاناں کے نام کی بڑی خوبصورت توجیہ پیش کی ہے۔ ان کے خیال میں ان کا نام و تخلص مولانا روم کا عطیہ ہے۔ آپ نے مثنوی کے دفتر ششم میں یوں بیان کیا ہے:

جان اول مظہر درگاہ شد

جانِ جاں خود مظہر اللہ[10]

ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کے سالِ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جو ان کے اپنے بیانات سے پیدا ہوا ہے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں ''میری ولادت ۱۱۱۳ھ / ۱۷۰۱ء میں ہوئی''۔ ایک دوسری جگہ لکھا ہے ''اس وقت ایک ہزار ایک سو ستر ہجری اور عمر ساٹھ سال ہے'' یعنی ۱۱۱۰ھ / ۱۶۹۸ء میں پیدا ہوئے تھے۔

آپ کے فارسی شاعری کے انتخاب خلیطۂ جواہر کے متعلق مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

''مرزا غالب وغیرہ کا خیال تھا کہ ہندوستان میں فارسی شاعری کا مذاق صحیح جو دوبارہ قائم ہوا، وہ اس انتخاب نے قائم کیا۔[11]

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ، سلسلۂ نقشبندیہ کے نامور شیخِ طریقت اور عارفِ کامل تھے۔ اُن کی ولادت ۱۱ رمضان المبارک ۱۱۱۳ھ کو ''کالا باغ مالوہ'' کے مقام پر ہوئی تھی۔ والد ماجد کا اسمِ گرامی ''مرزا جان'' تھا، جو کہ متعدّد علوم و فنون میں یگانہ تھے۔ مرزا جان عالمگیر کے عہدِ حکومت میں قضاء پر مامور تھے۔[12]

جب آپ پیدا ہوئے اس وقت سلطنت میں یہ رواج تھا کہ اگر امراء کے ہاں اولاد پیدا ہو تو بادشاہ کے حضور پیش کی جاتی تاکہ بادشاہ خود اس کا نام رکھے یا پھر اس کے پیش کردہ ناموں میں سے اپنی پسند کا نام رکھ لیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور نگ زیب عالمگیر بادشاہ نے کہا:

''پسر جانِ پدری باشد''، باپ مرزا جان ہے اور اس کا نام ہم نے ''جانِ جاناں'' رکھا۔ اس کے بعد اگرچہ مظہر جانِ جاناں کے باپ نے ان کا

نام ''شمس الدّین''، رکھا، لیکن عالمگیری نام کے سامنے نہ چمک سکا۔[13]

انھوں نے ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی۔ فنونِ سپہ گری، فارسی کتب اور دیگر علوم وفنون اپنے والد ماجد سے حاصل کیے۔ اور اس کے بعد ''حاجی محمّد افضل سیالکوٹی''، سے حدیث وتفسیر پڑھی۔[14]

علومِ ظاہریہ کے بعد علومِ باطنیہ کی طرف متوجّہ ہوئے۔ اس ضمن میں ۱۱۳۱ھ میں حضرت سید نور محمّد بدایونی سے سلسلۂ نقشبندیہ مجدّدیہ میں شرفِ بیعت حاصل کیا۔[15]

آپؒ چار سال تک مرشد کی صحبت میں گزار کر ۱۱۳۵ھ (بمطابق ۱۷۲۲ء) میں خرقۂ خلافت سے مشرّف ہوئے۔[16]

حضرت نور محمّد بدایونیؒ، ''حضرت شیخ سیف الدّین''، کے مرید تھے اور وہ ''حضرت شیخ محمّد معصومؒ''، کے خلیفہ تھے۔ جبکہ شیخ محمّد معصومؒ ''حضرت شیخ احمد سرہندیؒ''، کے خلیفہ تھے۔ ''حضرت نور محمّد بدایونیؒ''، کے وصال کے بعد، حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ نے ''حافظ سعد اللہ شاہ''، اور حضرت عابد سنامیؒ سے بھی اکتسابِ فیض کر کے سلاسلِ طریقتِ قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ میں اجازات حاصل کیں۔[17]

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ نے ۱۱۵۵ھ میں رشد وہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ آپؒ کی ذات ظاہری و باطنی کمالات سے مالا مال تھی۔ آپؒ کی مجلس انوارِ الٰہیہ سے محیط اور فیضانِ مصطفوی ﷺ کا مجموعہ تھی۔ علماء کی حکایات بیان کر کے دلوں کو کیفیاتِ الٰہیہ سے سرشار کرتے علمی مسائل میں واضح تحقیقات کر کے لوگوں کی تسلّی کرا دیتے، صوفیہ اور اولیاء کے حقائق و معارف کو مکمّل توضیح کے ساتھ بیان فرماتے اور اسرار کی باریکیاں سامعین کو دلنشین کراتے تھے۔

قاضی صاحبؒ عبقری شخصیت کے مالک اور تحریکِ مجدّدی کے عظیم رہنما تھے۔ آپؒ شریعت وطریقت کے جامع تھے۔ قاضی صاحب ایک فکری، روحانی اور علمی شخصیت تھے۔ جن کا تعلق حضرت شاہ ولی اللہ کی علمی تحریک سے بھی تھا اور حضرت مجددؒ کی روحانی اور اصلاحی تحریک سے بھی تھا۔ آپ اپنی پوری کوشش سے علمی جہاد میں مشغول رہے۔ مجددی اور شاہ ولی الٰہی تحریک میں جس قدر ممکن تھا آپ نے کردار ادا کیا۔ اس لیے آج بھی تاریخ میں آپ کے علمی کارنامے جلی حروف سے لکھے ہوئے ہیں۔

تفسیر مظہری کا تعارف

تفسیرِ مظہری، قاضی محمّد ثناءاللہؒ پانی پتی کی مایہ ناز تفسیر ہے۔ یہ تفسیر عربی زبان میں لکھی گئی ہے، جو کہ چار ہزار صفحات اور ۱۰ جلدوں پر مشتمل ہے۔ قاضی صاحب کے اعلیٰ علمی پس منظر، تصوّف اور عربی ادب پر دسترس نے اس تصنیف کی عالمگیر اہمیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

تفسیرِ مظہری دنیائے اسلام کی ان معدودے چند تفاسیر میں شامل ہے جو اپنے اندر مختلف النّوع رجحانات رکھتی ہیں۔ اس تفسیر میں بیک وقت متعدّد مکاتبِ فکر کا تاثّر نمایاں ہے۔ بنیادی طور پر قاضی محمّد ثناءاللہؒ پانی پتی عقلی و منقولی ذہن کے مالک ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر میں بڑی حد تک احادیث وآثار پر انحصار کرتے ہیں۔ اسی طرح قاضی صاحبؒ علوم القراءت، شانِ نزول اور قصصِ قرآن کے سلسلہ میں مکمّل طور پر احادیث وآثار پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔ لیکن جہاں پر آپ آیات کی تاویلات متعیّن کرتے ہیں اور اپنی فکر کی جولان گاہ کو وسیع رکھتے

ہیں۔ وہاں پر تفسیرِ مظہری پر تفسیر بالرّائے الجائز کا عنصر بہت غالب رہتا ہے۔ اسی طرح جب قاضی صاحب فقہی آیات کی تفسیر میں قدیم و جدید مسالکِ فقہ کا تجزیہ کرتے ہیں اور آخر میں متداول کتبِ فقہ و دلائلِ حدیث کی روشنی میں راجح مسلک کی تعیین و تحدید کرتے ہیں تو تفسیرِ مظہری پر فقہی رجحان یا ''الجصاص'' کے اسلوبِ بیان کی چھاپ بہت واضح دکھائی دیتی ہے۔

جب قاضی صاحبؒ متصوّفانہ نکات کی توضیح و تشریح اور ان کی تنقید و تعقیب کرتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ تفسیرِ مظہری بنیادی طور پر ایک صوفیانہ تفسیر ہے۔ قاضی محمّد ثناءاللہؒ پانی پتی نے اپنی مذکورہ تفسیر میں اُوپر بیان کردہ تمام مکاتبِ فکر کی نمائندگی کی ہے اور اپنی تفسیر کو ہر لحاظ سے جامع اور مانع بنایا ہے۔ جہاں تک تفسیرِ مظہری میں تصوّف کے عنصر کا تعلق ہے تو تفسیرِ مظہری، صوفیانہ تشریحات و توضیحات کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔

تفسیر مظہری علوم و معارف کا مجموعہ ہے۔ اسلوبِ نگارش کے اعتبار سے سادہ ہے۔ علمی اور فکری اعتبار سے برصغیر کے تفسیری ادب میں بے مثال ہے۔ فقہی مباحث، صوفیانہ مباحث، لغت و اشتقاق اور مباحث سیرت کے اعتبار سے خاص اہمیت کی حامل تفسیر ہے۔

جس طرح فقہ (قانونِ اسلام) تمام قرآن و حدیث میں پھیلی ہوئی ہے اور فقہاء نے تمام قوانینِ شریعت کو یکجا کرنے کے لئے ایک مہتم بالشّان کام کیا، جس کے ذریعہ امّت کو ایک کامل قانون کا دفتر الگ مل گیا، اس طرح صوفیاء کرامؒ نے قلبی امراض کے علاج کے لئے قرآن و حدیث کا نچوڑ نہ صرف اکٹھا کیا بلکہ خود اس کے نمونے بن کر دنیا میں روشن ہوئے اور توحیدِ ربّانی، علم و عمل کے دریا بہا دیے۔

ان میں سے ''شیخ حسن بصریؒ'' (م ۱۱۱ھ)، ''حضرت ذوالنّون مصریؒ'' (م ۲۴۵ھ)، ''حضرت شیخ جنید بغدادیؒ'' (م ۲۹۷ھ) ''شیخ عبدالقادر جیلانیؒ'' (م ۵۶۱ھ)، ''شیخ شہاب الدّین سہروردی'' (م ۶۳۲ھ)، ''حضرت شیخ مجدّد الفِ ثانیؒ'' (م ۱۰۳۴ھ) ''حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ'' (م ۱۱۹۵ھ) اور ''قاضی محمّد ثناءاللہ پانی پتیؒ'' (م ۱۲۲۵ھ) وہ شخصیات ہیں، جنھوں نے خود بھی عمل کیا اور ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو امراضِ قلبی سے نجات دے کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتہ جوڑ دیا۔

صوفیانہ تفردات و توجیہات:

قاضی صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں تصوّف کے جو اسرار و رموز بیان کئے ہیں، وہ زیادہ تر قرآن و حدیث اور اکابر اولیاء کی تعلیمات کا خلاصہ ہیں۔ اس لئے آپؒ تفسیر میں جہاں تصوّف کی بنیاد قرآن و حدیث کو بناتے ہیں وہاں اکابر صوفیاء اور بالخصوص شیخ مجدّد الفِ ثانیؒ اور دیگر مشائخِ نقشبندیہ کے اقوال و افعال کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

''ولی'' کی تعریف:

صاحب تفسیرِ مظہری ''ولی'' کی تعریف صوفیاء کی اصطلاح میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''من كان قلبه مستغر قا فی ذكر الله يسبحون الليل والنهار لا يفترون ممتليا بحب الله تعالىٰ لايسع فيه غير ولو كانوا آباءهم او ابناءهم او اخوانهم او عشيرتهم فلا يحب احدا الا لله ولا يبغض الا لله ولا يعطى الا لله ولا يمنع الا لله''۔[18]

(ولی وہ ہوتا ہے، جو جس کا دل صبح وشام ذکر الٰہی میں مشغول ہوتا ہے اور ذکر الٰہی سے اکتاتا نہیں ہے۔ نیز اس کا دل محبت الٰہی سے لبریز ہوتا ہے۔ کسی غیر کی وہاں گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ اگرچہ وہ اس کے آباواجداد ہوں، اولاد، بھائی ہوں یا خاندان کے افراد۔ کسی کی محبت، محبت الٰہی پر غالب نہیں ہوتی۔ وہ کسی سے محبت کرتا ہے تو اللہ کے لئے، کسی سے بغض رکھتا ہے تو اللہ کے لئے، وہ کسی کو عطا کرتا ہے تو اللہ کے لئے۔ وہ کسی کو عطا نہیں کرتا تو بھی اللہ کے لئے۔ وہ لوگ ہیں جو صرف اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں)۔

''ولی'' کی یہ تعریف جامع ترین ہے۔ اس میں ان تمام امور کا احاطہ کیا گیا ہے، جو ولی کی خصوصیات میں شامل ہیں۔ اس تعریف سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں:

۱۔ ولی وہ ہوتا ہے، جس کا دل صبح وشام ذکر الٰہی میں مشغول ہوتا ہے۔

۲۔ وہ ذکر الٰہی سے اکتاتا نہیں۔

۳۔ اس کا دل محبت الٰہی سے لبریز ہوتا ہے، کسی غیر کی وہاں گنجائش ہی نہیں ہوتی، اگرچہ وہ اس کے اعزّہ واقرباء ہی کیوں نہ ہوں۔

۴۔ وہ کسی سے بغض رکھتا ہے تو اللہ کیلئے۔

۵۔ وہ کسی کو عطاء کرتا ہے تو اللہ ہی کیلئے۔

۶۔ وہ کسی کو عطا نہیں کرتا تو بھی اللہ کیلئے۔

صاحبِ تفسیر کے نزدیک ولایت کے دلائل:

قاضی محمد ثناءاللہ پانی پتیؒ اپنی تاریخ کی مشہور کتاب ''ارشاد الطالبین'' میں فرماتے ہیں کہ ''ولایت'' کی پہلی دلیل حدیث جبریلؑ کا وہ حصہ ہے، جس میں پوچھا گیا کہ ''ما الاحسان؟''۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو خدا کی عبادت اس طرح کر کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ ممکن نہیں تو یقین رکھ کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔[19]

قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں اس حدیث سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ عقائد اور اعمال کے علاوہ ایک اور کمال ہے جس کا نام ''احسان'' ہے۔ اسی کا دوسرا نام ''ولایت'' پڑ گیا۔ صوفی پر جب اللہ کی محبت چھا جاتی ہے، جسے اصطلاح میں ''فنائے قلب'' کہتے ہیں تو اس کا دل محبوبِ حقیقی کے مشاہدہ میں ڈوب جاتا ہے اور اس کے سوا کسی اور کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اس حالت میں پہنچ کر وہ خدا کو دیکھتا تو نہیں کیونکہ دنیا میں دیدار الٰہی محال ہے، مگر صوفی کو اس وقت یہ حالت ضرور حاصل ہوتی ہے گویا کہ وہ خدا کو دیکھ رہا ہے۔

فنائے قلب:

فنائے قلب کے حوالے سے آپؒ لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ اگر وہ سنور جائے تو سارا بدن درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے آگاہ رہو وہ دل ہے۔[20]

بلاشبہ دل کی اسی اصلاح کو (جو بدن کی صالحیت کا سبب بن سکے) صوفیاء، فنائے قلب سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب دل محبت الٰہی میں فناء ہو

جاتاہے، نفس اس کا ہمسایہ ہونے کی وجہ سے اس سے متاثر ہو کر اپنی آمادگی سے باز آجاتاہے اور خدا کی خاطر محبت کرنا اور خدا کی خاطر بغض رکھنا سیکھ لیتاہے تو لامحالہ تمام بدن شریعت کا تابع فرمان ہو جاتاہے۔

افضیلت صحابہ کی صوفیانہ توجیح:

آپؒ لکھتے ہیں کہ اس بات پر اجماع منعقد ہو چکاہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہ، غیر صحابہ سے افضل ہیں۔ حالانکہ علم اور عمل میں غیر صحابہ ان کے ساتھ شریک ہیں۔ لیکن اس کے باوجود رسول پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی اور اللہ کی راہ میں کوہِ احد کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو وہ نصف صاع جَو کے برابر بھی نہیں ہے، جو صحابہ رضی اللہ عنہ راہ خدامیں خرچ کرتے ہیں۔[21]

اس کا سبب بجز باطنی کمال کے اور کچھ نہیں کہ پیغمبر ﷺ کے شرفِ محبت کی وجہ سے ان کا باطن قلب پیغمبر سے نورانی بن چکا تھا۔[22]

حصولِ ولایت میں صوفیانہ توجیح

قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ ولایت کا مرتبہ مشکٰوۃِ نبوت کے انوار و تجلّیات سے حاصل ہوتاہے، خواہ وہ بلاواسطہ یا بالواسطہ میسر آئیں۔ اس نعمت کے حصول کیلئے محبت و عقیدت کے ساتھ بارگاہِ نبوت میں یا آپ ﷺ کے تابعین یعنی اولیاءِ کاملین کی مجلس میں کثرت سے حاضر ہوناضروری ہے۔

نبی کریم ﷺ اور آپ کے تابعین کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت اور اپنے قلب و قالب کو نبی کریم ﷺ کے قلب و قالب کے رنگ میں رنگنے کا باعث ہوتی ہے۔ جس کی طرف اشارہ آیتِ قرآنیہ ''صبغة الله ومن احسن من الله صبغة'' میں ہے۔[23]

علاوہ ازیں مسنون طریقہ پر ذکر بھی ان انوار و تجلیات کے انعکاس کو مزید قوت بخشتاہے۔ کیونکہ یہ ذکر دل کی صفائی کا باعث ہوتاہے اور دل کی صفائی انوارِ نبوّت کے متوجہ کرنے کا سبب بنتی ہے۔ اسی لئے رسول پاک ﷺ نے فرمایا: ''لکل شی صقاله وصقالة القلب ذكر الله''۔[24]

علم لدنّی اور صوفیانہ تفرد و توجیح

صاحبِ تفسیر فرماتے ہیں کہ علم لدنّی سے مراد وہ علم ہے، جو قرآن کے بطون اور نبی کریم ﷺ کے سینۂ اقدس کی مشکوٰۃ سے حاصل ہوتاہے۔ یہ ایسا علم ہے جس کا ادراک اور حصول صرف اور صرف آفتابِ قرآن کی تجلّیوں اور مہرِ نبوت کی شعاعوں سے ہوتاہے۔ اس کی حقیقت کا ادراک قیاس سے بعید ہے۔ ان معارف کی تحصیل کا راستہ صرف اور صرف انعکاس، القاء اور کثرتِ ذکر و مراقبہ ہے۔ خواہ وہ مجمعِ ذاکرین میں ہو یا تنہائی اور خلوت میں۔ ذاکر اس انعکاس کی صلاحیت نفس اور قلب میں پیدا کر لیتاہے، جو نبی کریم ﷺ کی مشکوٰۃ سے بلاواسطہ یا بالواسطہ منعکس ہو۔ علم لدنّی کے حصول کا ذریعہ علمِ صوتی اور علمِ حضوری بھی ہے۔[25]

علم لدنّی اور اس کے حاملین:

صاحبِ تفسیر لکھتے ہیں علم لدنّی، جس کے حاملین کو صوفیاء کرام کہا جاتاہے، وہ بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ دل کو غیر کی محبت سے پاک

کرتا ہے اور دوامِ حضوری سے متصف ہوتا ہے۔ نیز نفس کو تکبر، عُجب، دنیا کی محبت، اطاعت میں سُستی، شہوت کا غلبہ، ریاکاری اور شہرت جیسی بری خصلتوں سے پاک کرنا ہے۔ نیز توبہ، راضی بہ قضاء، نعمتوں پر شکر، مصیبتوں پر صبر وغیرہ جیسی اچھی صفات کے ساتھ نفس کو روشن اور منور کرنا ہے۔ یہ امورِ مذکورہ کچھ حرام ہیں اور کچھ ہر انسان پر عائد ہوتے ہیں۔ پس نماز، روزہ اور دیگر عبادات جب تک اخلاص اور نیک نیتی سے مزین نہ ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "ان اللہ لایقبل من العمل الا کان له خالصا وابتغی به وجهه"۔[26]

افضلیت نبوت میں جمہور کی تائید:

قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ، "ارشاد الطالبین" میں لکھتے ہیں:

"ولی کبھی انبیاء کے ادنی درجہ تک کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس مسئلہ پر اجماع قائم ہو چکا ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ ولایت، نبوت سے افضل ہے شرعاً باطل ہے"۔[27]

آپؒ اپنی تفسیر میں اس بارے حضرت شیخ مجددؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نبوّت مطلقاً ولایت سے افضل ہے۔ کیونکہ ولایت تجلیاتِ صفاتیہ سے عبارت ہے۔ جبکہ نبوّت، تجلیات ذاتیہ سے معنون ہے۔ اس لئے کہاں ذات اور کہاں صفات، ان کا باہم مقابلہ کیونکر ممکن ہے؟[28]

قاضی صاحبؒ جمہور کے موقّف کی ہی تائید کرتے ہیں۔ اور تصوّف میں ہمیشہ اعتدال کی راہ کے داعی رہے ہیں۔ آپؒ کی پُوری تصوّف کی تعلیمات میں کوئی چیز بھی اجماعِ صوفیاء کی مخالف نہیں۔ یہاں تک کہ آپؒ شطیحات کو "سکر" سے تاویل کر کے علمِ شریعت کا دامن مضبوطی سے تھام کر رکھتے ہیں۔

صوفیاء کی اقسام، حالات اور کیفیات:

ولایت چونکہ کسبی ہوتی ہے لہذا محنت، ریاضت اور مجاہدہ کے لحاظ سے اولیاء کے مراتب میں بھی تفاوت پایا جاتا ہے۔ ذیل میں اس تفاوت کو تفصیلاً پیش کیا جاتا ہے:

ا۔ صدّیق:

صاحبِ تفسیر کے ہاں "صدّیق" کا مفہوم یہ ہے کہ جو ہستی وراثتاً اور طبعاً نبوّت کے کمالات کو حاصل کرتی ہے۔ آگے چل کر مصنّف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ المرتضیٰ کا یہ قول بطور استشہاد پیش کیا ہے، جس میں کلام ہے:

"انا الصديق الاكبر لا يقولها بعدى الا كاذب" (میں ہی صدیق اکبر ہوں میرے بعد جھوٹا ہی اس کا دعویٰ کر سکتا ہے)۔ اسی معنٰی میں حضرت ضحاک نے کہا: اس امت میں آٹھ افراد مقامِ صدیقت پر فائز ہیں، جو اپنے زمانہ میں اسلام کی طرف سبقت لے گئے اور وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی، رضی اللہ عنہ حضرت سعید بن زید

رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضر سعد رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی نیت کی صداقت کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ کر دیا۔

''الحق'' کا معنٰی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھ سال بعد صدیقیت میں ان کے ساتھ شامل کیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ صدیقیت کے مقام میں وہ ان سے مرتبہ میں کم ہیں بلکہ وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب سے افضل ہیں۔[29]

۲۔ قطب الارشاد:

حضور ﷺ کی حدیث پاک جسے امام ترمذیؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول ﷺ کو حج میں یوم عرفہ کو دیکھا جب آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم نے انہیں مضبوط پکڑے رکھا تو تم گمراہ نہ ہوگے۔ اوّل: اللہ کی کتاب، ثانی: میری اولاد۔[30]

صاحبِ تفسیر فرماتے ہیں میری رائے یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی عترت کے بارے ارشاد فرمایا ہے: کیوں وہ ولایت میں قطب الارشاد ہیں۔ ان اقطاب میں سب سے بلند مرتبہ ''حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ'' کا ہے۔ پھر آپ کی اولاد ''حضرت حسن عسکری'' تک اور آخری ''غوث الثقلین محی الدّین عبدالقادر جیلانی'' ہیں۔ پھر حضور ﷺ کی امت کے اولیاء اور علماء بھی اتباع کی وجہ سے اہلِ بیت کے حکم میں داخل ہیں۔[31] جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے ''**العلماء ورثة الانبياء**''۔[32]

۳۔ ابدال:

صاحبِ تفسیر مظہری، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شام'' کو مبارک ہو۔ ہم نے عرض کیا، حضور ﷺ کس وجہ سے؟ فرمایا: ملائکہ رحمت اس پر اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں۔[33]

صاحبِ تفسیر ایک اور حدیث، اہلِ شام کے فضائل میں نقل کرتے ہیں کہ شریح بن عبید سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں اہلِ شام کا ذکر ہوا اور کہا گیا کہ آپ ان پر لعنت کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں میں ایسا نہیں کروں گا کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہوں گے اور وہ چالیس مرد ہیں۔ جب ان میں سے ایک کا وصال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا پیدا فرما دیتا ہے۔ ان کی وجہ سے بارش نازل ہوتی ہے، مسلمانوں کو ان کے باعث فتح نصیب ہوتی ہے اور ان کی وجہ سے شامیوں پر عذاب نہیں آتا۔[34]

اولیاءِ کرام کے حالات وکیفیات:

اللہ تعالیٰ، اولیاءِ کرامؒ کو عام انسانوں سے بڑھ کر روحانی طاقت عطا فرماتا ہے۔ اس لئے کبھی تو ان سے کرامات کا ظہور ہوتا ہے اور کبھی وہ مختلف چیزوں میں تصرف کرتے ہیں اور کبھی بطور تحدیثِ نعمت اپنے مقام کا تذکرہ کرتے ہیں۔ ذیل میں اولیاء کرامؒ کے حالات وکیفیات کو تفسیرِ مظہری کے حوالہ سے بیان کیا جاتا ہے:

تصرّف:

صاحبِ تفسیرِ مظہری لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو یہ طاقت دی ہے کہ وہ تمام زمین اور اس کی اطراف کی طرف برابر تعلق رکھتا ہے، جس طرح سورج اور اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو اس طرح بنادیا ہے کہ اسے کوئی کام بھی دوسرے کام سے غافل نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بعض اولیاء کو بھی یہی طاقت دیتا ہے کہ وہ ایک آن میں مختلف مواقع پر جسم اختیاری کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔[35]

قیدِ زمانی سے اخراج:

قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں: کبھی کبھی اللہ کے کسی نیک بندے پر ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ وہ زمانے کی قید سے نکل جاتا ہے اور وہ ماضی اور مستقبل کو اپنے ہاں برابر دیکھتا ہے۔ اس کی دلیل بخاری و مسلم کی وہ روایت ہے، جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج گرہن لگا تو رسول اللہ ﷺ اور دیگر لوگوں نے نماز کسوف پڑھی۔ آپ ﷺ نے اس نماز میں بہت طویل قیام فرمایا۔ آگے طویل حدیث ہے۔ حدیث کے آخر میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم دیکھ رہے تھے کہ آپ ﷺ پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت میں انگور کا ایک خوشہ دیکھا، اگر میں وہ خوشہ توڑ لیتا تو تم اس سے رہتی دنیا تک کھاتے۔[36]

تحدیثِ نعمت:

قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ، ''ارشاد الطالبین'' میں فرماتے ہیں: اولیاء کے لئے روا ہے کہ وہ اس انعام، جو اُن پر ہوا ہے یا جو مرتبہ ولایت اور درجہ قرب خود حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو عطاء فرمایا ہے اس کا اظہار لوگوں پر کریں۔ چنانچہ غوث الثقلین حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کے قصائد تک اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکاتیب اور شیخ اکبر ابنِ عربی کی تصانیف اس قسم کے اظہار سے بھری پڑی ہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''و اما بنعمة ربک فحدث''۔[37]

صوفیاء کرام کے اشغال:

صوفیاءِ کرامؒ کی شب وروز سرگرمیوں کا مدار زیادہ تر ذکر و فکر، تقویٰ وپرہیزگاری، مشائخ کی محبت، وعظ و تلقین اور اخلاقِ حسنہ پر ہوتا ہے۔ ذیل میں ان اشغال کا مختصر مگر جامع تذکرہ پیش کیا جاتا ہے:

ذکر:

''ذکر'' کے لغوی معنی ''کسی بھولی ہوئی چیز کو یاد کرنا'' کے ہیں۔ جبکہ شرعی اصطلاح میں ''اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا، اس کے اسماءِ حسنیٰ کا ورد کرنا، کتاب اللہ کی تلاوت کرنا، خطبہ واذان دینا، کسی کو اچھی نصیحت کرنا اور درود شریف پڑھنا'' ذکر میں شامل ہے۔ ذکر کی تین اقسام ہیں:

اوّل: قلبی ذکر، **دوم:** لسانی ذکر اور **سوم:** عملی ذکر۔

مولٰنا ثناءاللہ پانی پتیؒ نے ان ہی اقسام سے ملتے جلتے ذکر کے تین مراتب بیان کئے ہیں، جو کہ حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ذکر بالجہر:

یہ اجماعاً مکروہ ہے ہاں اگر کوئی مصلحت یا ضرورت ہو تو اس وقت ذکر بالجہر ،ذکر بالا خفاء سے افضل ہو گا جیسے اذان،اقامت اور تلبیہ وغیرہ۔ شاید سلسلہ چشتیہ کے صوفیاء کرامؒ نے مبتدی کے لئے حکمت کی خاطر ذکر بالجہر کو پسند کیا ہے اور وہ فلسفہ یہ ہے کہ شیطان دُور ہو جائے۔ طالبِ مولا غفلت ونسیان کی نیند سے بیدار ہو جائے اور دل میں حرارتِ عشق پیدا ہو۔ لیکن ان کے نزدیک بھی ریاء کاری اور نمود ونمائش سے احتراز شرط ہے۔

۲۔ذکر باللّسان:

آہستہ آہستہ زبان کے ساتھ ذکر کرنا''ذکر باللّسان'' کہلاتا ہے۔ایسے ذکر کے بارے میں حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''لا یزال لسانک رطبا''(تیری زبان ہر وقت ذکرِ الٰہی سے تر رہے)۔اسی طرح فرمایا جو شخص انسانوں کی محفل میں زمین پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو ایسے شخص کو ربِّ کریم فرشتوں کی مجلس میں یاد کرتے ہیں۔

۳۔ قلبی ذکر:

اس ذکر میں زبان کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔اسے کراماً کاتبین بھی نہیں سُن پاتے۔ابو معلّٰی نے حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسولِ اقدس ﷺ نے فرمایا: ذکرِ خفی جسے فرشتے بھی نہیں سنتے وہ ذکرِ لسانی کی نسبت ستّر گنا سے دوچند ہے۔ بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ لوگوں کو حساب کے لئے جمع کریں گے اور فرشتے ان کے نامہ اعمال پیش کریں گے تو خالقِ کائنات فرمائیں گے: دیکھو اس اعمال نامہ میں کچھ رہ تو نہیں گیا؟ وہ عرض کریں گے، ہم نے جو کچھ محفوظ کیا تھا اور جس جس عمل کا ہمین پتہ ہے وہ سب ہم نے شمار کر دیا۔تب اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے: میرے اس بندے کی کچھ ایسی نیکیاں بھی ہیں، جن کا تمھیں علم نہیں اور وہ ان کا ذکرِ خفی ہے۔[38]

تقویٰ:

صاحبِ تفسیر فرماتے ہیں، جو بات کبائر کے ارتکاب سے نجات، صغائر سے اجتناب اور مشتبہات سے کنارہ کشی کا باعث بنتی ہے ''تقویٰ'' کہلاتی ہے۔یہ ولایت کا بنیادی عنصر ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''ان اولیآءہ الا المتقون''۔[39]

(اس کے دوست تو صرف متقی لوگ ہیں)۔اسی طرح قرآنِ مجید میں ایک اور جگہ فرمانِ الٰہی ہے:

''الذین اٰمنوا و کانوا یتقون''[40]

(اہل اللہ، صاحبِ ایمان اور حاملِ تقوٰی ہوتے ہیں)۔

قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ،''ارشاد الطالبین''میں رقمطراز ہیں: تقویٰ کے بغیر کمالِ ولایت اور تقرّبِ الٰہی حاصل نہیں ہوتا اور جب تک نفس کے رذائل پوری طرح زائل نہ ہو جائیں تقویٰ کا کمال حاصل نہیں ہوتا۔جب تک حق تعالیٰ کی محبوبیت ہر غیر پر غالب نہ آجائے ایمان اور تقوٰی کا

کمال حاصل نہیں ہو سکتا اور یہ بات فناءِ قلب سے متعلق ہے۔

مجاہدہ:

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ علامہ بیہقیؒ نے ''الزّھد'' میں حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نمازیوں کی ایک جماعت رسولِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے انھیں ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف آگئے۔ آپ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا، ''جہادِ اکبر'' کون سا جہاد ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بندے کا اپنی خواہشِ نفسانی کے ساتھ جہاد کرنا۔[41]

صاحبِ تفسیر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے اس ارشاد ''تم جہادِ اکبر کی طرف آئے ہو'' سے معلوم ہوتا ہے جہادِ اکبر یعنی نفس کے خلاف جہاد، شیخ کامل کی صحبت سے مرید کو حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ جب کفّار کے ساتھ جنگ لڑنے کے بعد حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو انہیں آپ ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی اور ان پر انوارِ نبوّت کی شعاعوں کا عکس پڑا تو اس کی برکت سے ان کے دل صاف اور پاکیزہ ہوئے اور ساتھ ہی نفس کی نفسانیت فناء ہوگئی۔

آپ ﷺ کے ارشاد ''ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹے ہیں'' میں ''رجعنا'' صیغہ جمع متکلم ہے اور اس کی نسبت آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی طرف ہے۔ کیونکہ وہ تمام کفّار کے ساتھ جنگ میں مشغول ہونے کے وقت حالتِ جہاد میں تھے۔ وہ اگرچہ حضور ﷺ کے ساتھ آپ کی مصاحبت میں تھے، لیکن ان کی تمام ہمّتیں اور قوتیں کفّار کے ساتھ لڑنے اور ان کی مدافعت میں خرچ ہو رہی تھیں۔ پھر جب وہ مدینہ طیبہ پہنچ کر حضور ﷺ کی معیت میں مقیم ہوگے تو پھر ان کی تمام تر ہمتیں، انوارِ نبوّت سے فیض یاب ہونے آپ ﷺ کے آثارِ مبین پر عمل پیرا ہونے اور آپ ﷺ کی نگاہِ خاص سے علوم ظاہرہ اور باطنہ اخذ کرنے میں صرف ہونے لگیں اور یہی ''جہادِ اکبر'' ہے۔[42]

صحبتِ مشائخ:

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ معاصی سے بچاؤ اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتا، جب تک دائمی حضوریٔ قلب اور نفس کی تطہیر نہ ہو۔ یہ دونوں چیزیں صحبتِ مشائخ سے حاصل ہوتی ہیں۔ اس لئے ان کی مجلس اور اتّباع لازم پکڑو۔ ایک اور مقام پر موصوف رقمطراز ہیں کہ صوفی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو فناءِ قلب حضورِ انور ﷺ اور مشائخ کے توسّط سے نصیب ہوتا ہے وہ اپنے شیخ کے جذب کے بغیر محض عبادتوں اور ریاضتوں سے حاصل نہیں ہوتا۔[43]

صاحبِ تفسیر کے صوفیانہ تفرّدات:

اہل علم میں سے وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے تخلیقی صلاحیتوں سے نوازا ہوتا ہے وہ تقلید سے آگے بڑھ کر تحقیق کے دامن کو تھامتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کے کچھ ایسے نظریات ہوتے ہیں جو ان کی انفرادیت ہوتی ہے۔ چاہے وہ علمی ہوں، فکری ہوں یا روحانی اعتبار سے ہوں، قاضی

صاحبؒ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اجتہادی فکر سے نوازا تھا۔ اس لیے جہاں آپ کے فقہی تفردات موجود ہیں وہاں آپ کی روحانی تفردات بھی موجود ہیں۔

قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ حضرت شیخ مجددؒ کے مقام کو بیان کرنے سے پہلے بطور تمہید لکھتے ہیں:

''علماءِ اہل السنت نے بالاجماع اصولِ دین کی کتب میں اولیاء کی کرامات کو ان کے نبی کا معجزہ قرار دیا ہے''۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اچھے عمل کی بنیاد رکھی اسے اس کا اجر ملے گا اور جس نے اس پر عمل کیا اس کا بھی اجر ملے گا، مگر عمل کرنے والے کے ذاتی اجر میں بھی کمی واقع نہ ہو گی۔[44]

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے، بھلائی کی طرف راہنمائی کرنے والا، عمل کرنیوالے کی طرح ہے۔[45]

درجِ بالا شواہد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امت کے اعمال اور کمالات، نبی کریم ﷺ کے اعمال اور کمال میں داخل ہیں۔ اپنے لئے، اپنے غلاموں کے لئے اور اس تفضیل کے حصول کے لئے حضور اکرم ﷺ نے دعاءِ ماثورہ میں فرمایا:

''اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد کماصلیت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم''

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اس دعا کو قبول کیا اور ایک ہزار سال بعد حضرت مجدد الف ثانیؒ کو خلعت کا مقام عطا کیا۔ آپؒ مقامِ خلعت میں متمکن رہے اور اس کی تفضیل سے متّصف ہوئے۔ آپؒ سے قبل کسی کو یہ مقام نصیب نہ ہوا۔ یا تو اس لئے کہ بعض سابقین اس سے بلند مقام پر فائز تھے، جس طرح اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ اور آئمہ اہلِ بیت، جو حضور اکرم ﷺ کے تتبع میں خالص مقامِ محبوبیت پر فائز رہے یا اس مقام تک پہنچ ہی نہ سکے۔[46]

مذکورہ تفصیل میں صاحبِ تفسیر نے حضرت شیخ مجددؒ کیلئے جو مقام ثابت کیا ہے یعنی ایک ہزار سال میں آپ کے علاوہ مقامِ خلعت پر کوئی بھی فائز نہیں ہوا، یہ آپؒ کا صوفیانہ تفرّد ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سابقہ امتوں میں آپ کی روح کے توسط کے بیان میں تفرد:

حضرت علی رضی اللہ عنہ (شیرِ خدا) کا ولایت میں مقام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ کمالاتِ ولایت کے قطب الارشاد ہیں۔ سابقہ امتوں میں سے کوئی بھی آپ کی روح کے توسط کے بغیر ولایت کو نہیں پہنچا۔[47]

حضرت علی رضی اللہ عنہ، کا قطبِ ولایت ہونا تو تمام اولیاء کے ہاں مسلم ہے۔ لیکن سابقہ امتوں میں بھی کوئی آپ کی روح کے توسط کے بغیر ولایت پر نہیں پہنچا۔ اس شاذ نظریہ میں آپ رضی اللہ عنہ یکتا ہیں۔

حضرت رابعہ بصریہؒ اور شیخ مجددؒ کے اقوال میں ''سکر'':

صاحبِ تفسیر اس بارے میں لکھتے ہیں:

حضرت رابعہ بصریہؒ کا یہ کہنا کہ میرا دل اللہ تعالیٰ کی صحبت میں لبریز ہے، اس میں حضرت محمد ﷺ کی گنجائش نہیں یہ خطا ہے اور ''سکر'' کے

غلبہ کی وجہ سے یہ جملہ ان کی زبان سے نکلا ہے اور شیخ مجددؒ کا ابتدائی حالت میں یہ کہنا کہ میں اللہ تعالیٰ سے فقط اس لئے محبت کرتا ہوں کہ اس نے ہمارے ہادیٔ اکبر حضرت محمد ﷺ کو پیدا فرمایا۔

صوفیاء کرام کے اس قسم کے اقوال کو "خطا" کہنا اور انہیں "سکر" پر محمول کرنا یہ قاضی محمدؒ ثناءاللہ پانی پتیؒ کا تفرد ہے۔

قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ نے ولایت اور اس کے مقتضیات کو بڑے جامع انداز سے قرآن وحدیث سے استدلال کے ساتھ بیان کیا ہے۔ تفسیر مظہری میں آپ نے بہت سی آیات کریمہ کی صوفیانہ توجیہات کی ہیں اور برصغیر کے بعد میں آنے والے اکثر مفسرین نے آپ سے استفادہ کیا ہے جس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ صاحب تفسیر ضیاءالقرآن نے ۴۹۹ حوالے تفسیر مظہری کے دیے ہیں۔ آپ نے مختلف قرآنی الفاظ کی بھی صوفیانہ توجیہات کی ہیں اور اصطلاحات صوفیہ بالخصوص صوفیائے نقشبند کو ترجیح دی ہے۔ تفسیر میں مختلف مقامات پر حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اقوال سے استفادہ کیا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 - بہرائچی، محمد فاروق، تفسیر مظہری، مشمولہ: معارف، (مرتب: سید سلمان ندوی) ماہنامہ: اعظم گڑھ، دار المصنفین، ۱۹۲۸ء، ج۶، ص: ۴۴۷-۴۴۸

Bahrachi, Muhammad Farroq, Tafseer e Mazhari, Mashmoola, Moaarif, Moratib : Syed Salman Nadvi , Mahnama, Azam Gahr, Darul mosanifeen, 1928, Vol:6, P:447-448

2 - اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ ڈاکٹر سیّد عبداللہ وغیرہ، دانش گاہ پنجاب لاہور، ج۶ ص: ۱۰۳۲

Urdu Idara Moarif e Islalamiaa, Doctor Syed Abdullah , Dalish Gah e Punjab, Lahore, Vol: 6, P: 1032

3 - محمد علی مراد آبادی، کلماتِ طیبات، مطبوعہ مجتبائی: دہلی، ۱۳۰۹ھ، ۱۹۸۱ء، ص: ۱۵۵

Muhammad Ali Morada Abaadi, Kalimat e Tayyibat, Matboo Mujtbaaee, Dahli, 1981, P:155

4 - خالد مسعود، اٹھارہویں صدی عیسوی میں برصغیر میں اسلامی فکر کے راہنما، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد: ۲۰۰۸ء، ص: ۲۸-۲۹

Khalid Masood, Atarmi Sadi Eesvi Mian Islami Fikr K Rahnomaa, Idara Tahqeeqaat e islami Islamabad, 2008, P:28-29

5 - ندوی، سید ابوالحسن علی، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۷۶ء، ج۵، ص: ۳۱

Nadvi, Syed Abu al Hassan Ali, Tareekh Dawat o Azeemat, Majlis Nashriyaat e Islam, Krachi, 1976, Vol:5, P:31

6 - بشاراتِ مظہریہ (قلمی)، ص: ۱۴۹

Bsharaat e Mazhari, P: 149

7 - دہلوی، غلام علی، مقاماتِ مظہری (مترجم پروفیسر محمد اقبال مجددی): اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۱۹۳۸ء، ص: ۱۲-۱۳

Dahlvi, Ghulam Ali, Moqamat e Mazhari, Translater: Professor Muhammad Iqbaal Amjadi, Urdu Science Board Lahore, 1938, P:12-13

8 - لاہوری، مفتی غلام سرور: خزینۃ الاصفیاء، (مترجم ظہیر الدین بھٹی): مکتبہ نبویہ، لاہور، ۱۹۵۱ء، ص: ۶۸۹

Lahori, Mufti Ghulam Sarwar, Khazina al Asfiaa, Translater: zaheer al Deen Bahti,Maktba Nabvia, Lahore, 1951, P:689

9 - عارف: محمود الحسن، ڈاکٹر، تذکرہ قاضی محمد ثناءاللہ پانی پتی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص: ۱۰۳

Arif, Mahmood al Hassan, Doctor, Tazkiraa Qazi Muhammad Sanaullah Pani Pati, Idara Sqafat e Islamiaa, Lahore, 1995,p:103

10 - غلام علی آزاد، سروِ آزاد، لاہور، ۱۹۱۳ء، ص: ۲۱۳

Ghulam Ali Azad, Sarw e Azad, Lahore, 1913, P:213

11 - شبلی نعمانی، مقالات شبلی، اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۱۹۳۶ء، ج۵، ص: ۱۲۹

Shibli Nomani, Mqalaat e Shibli, Aazam Ghar, Dar al Mosanifeen, 1936, P: 129

12 - قاسمی، عطاء الرّحمٰن: دہلی میں دفن خزینے، مطبوعہ لاہور، ۲۰۰۳ء، ص: ۳۴۴

Qasmi, Ataa al rehman, Dahli main Dafinay, Matboaa, Lahore, 2003,P:344

13 - آزاد، محمّد حسین: آبِ حیات، لکھنو: اردو اکادمی، ۱۸۸۰ء، ص: ۲۰۱

Azad, Muhammad Hussain , Aab e Hayat, Lakhnaoo, Urdu Akadmi, 1880, P: 201

14 - مقاماتِ مظہری، لاہور، ص: ۳۰۳

Mokamaat e Mazhari, Lahore, P: 303

15 - خلیق انجم: مرزا جانِ جاناں کے خطوط، دہلی: برہان اردو بازار، ۱۹۸۹ء، ص: ۱۴

Khleeq Anjum, Mirza Jan e Jana k khotoot, Dahli, Burhan urdu Bazaar, 1989, P:14

16 - ایضاً، ص: ۱۴

Khleeq Anjum, Mirza Jan e Jana k khotoot, Dahli, Burhan urdu Bazaar, 1989, P:14

17 - ایضاً، ص: ۱۴

Khleeq Anjum, Mirza Jan e Jana k khotoot, Dahli, Burhan urdu Bazaar, 1989, P:14

18 - پانی پتیؒ، قاضی محمّد ثناءاللہ: تفسیر مظہری، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ (پاکستان)، ج۴، ص: ۳۴۶

Pani Patti, Qazi Muhammad Sanaullah Mazhari, Tafseer e Mazhari Matboaa, Maktba Rashidia Koita, Pakistan, , vol:4, p: 346

19 - بخاری، امام ابو عبداللہ محمّد بن اسماعیل: الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب سائل جبریل النّبیّ ﷺ عن الایمانِ والاسلام والاحسان۔

Bokhari, Imaam Abu Abdullah Muhammad Bin Ismaeel, Al Jamy o Al Sahih, Babo Saala Jibraeel Al Nabio anil imaan walsalam walihsaan, Matbooa Wzart e Taleem,

20 - بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب فضل منُ استبراء لدینہ، حدیث: ۵۲

Bokhari, Imaam Abu Abdullah Muhammad Bin Ismaeel, Al Jamy o Al Sahih, Hadith no: 52

21 - ایضاً، کتاب فضائل اصحابُ النبیؐ، حدیث: ۳۶۷۳

Bokhari, Imaam Abu Abdullah Muhammad Bin Ismaeel, Al Jamy o Al Sahih, Hadith no: 3673

22 - پانی پتیؒ، قاضی محمّد ثناءاللہ: ارشاد الطالبین (مترجم مولٰنا ڈاکٹر غلام محمّد)، مطبوعہ مکتبہ ئ اسحاقیہ کراچی، ص: ۲۰، ۲۲

Pani Patti, Qazi Muhammad Snaullah, Irshad Al Talbeen,Translater Doctor Ghulam Muhammad, Matoaa Maktba Ishaqiaa Karachi , P: 20,22

23 - البقرہ، ۲: ۱۳۸

Albaqaraa,2:138

24 - تفسیرِ مظہری، ۴/۳۴۷

Tafseer e Mazhari, vol:4, p: 347

25 - ایضاً، ۱/۱۶۷

Tafseer e Mazhari, vol:1, p: 167

26 ۔ نسائی، امام ابو عبدالرّحمٰن احمد بن شعیب: سنن نسائی، کتاب الجہاد، باب منُ غزا یلُتمس الا جرا والذّکر، حدیث: ۳۱۳۱
Nisaaee, Imaam Abu Abdulrehman Ahmad Bin Shoaib, Sunnane Nisaee, Kitab al Jihad, Bab o Man Gzza Altmas alijra walazikar, Hadith no:3131

27 ۔ پانی پتی، قاضی محمد ثناءاللہ: ارشادالطّالبین (مترجم ڈاکٹر غلام محمد)، مطبوعہ کراچی، ص: ۵۶
Pani Patti, Qazi Muhammad Snaullah, Irshad Al Talbeen,Translater Doctor Ghulam Muhammad , P: 56

28 ۔ تفسیرِ مظہری، ۸۵/۶
Tafseer e Mazhari, vol:6, p: 85

29 ۔ تفسیرِ مظہری، ۱۸۱/۹
Tafseer e Mazhari, vol:9, p: 181

30 ۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ: سنن ترمذی، ۲۱۹/۲، مطبوعہ وزارتِ تعلیم
Tirmazi, Abu Eesaa Muhammad Bin Eesaa, Sunnane Tirmazi, Matboaa Wazaraat e Taalim, Vol:2, P: 219

31 ۔ تفسیرِ مظہری، ۱۰۵/۲
Tafseer e Mazhari, vol:2, p:105

32 ۔ ابوداؤد، امام سلیمان بن اشعث سجستانی: سنن ابوداؤد، کتاب العلم باب فی فضل العلم، حدیث: ۳۶۳۷
Abu Daood, Imaam Sulaman Bin Ashaac Sajastani, Sunane e Abo Daood, Kitabo al Illam, Babo fee Fadllil Illam, Hadith:3637

33 ۔ تبریزی، امام ولی الدّینؒ: مشکوٰۃالمصابیح، مطبوعہ نور محمّد کراچی، ص: ۵۸۲
Tabraezi, Imaam Wali al Deen, Mishqaat al Msabeeh, Matbooaa Noor Muhammad, KARACHI, p:582

34 ۔ الہیثمی، حافظ نورالدّین علی بن ابی بکر: مجمع الزوائد، کتاب المناقب باب ماجاء فی الابدال۔
Al Hasami, Hafiz Noor al Deen Ali Bin Abi Bakr, Majma o al Zwaaid, Kitab Al Mnakib, Babo Maa Jaaa Fee al Abdaal

35 ۔ تفسیر مظہری، ۱۲/۸
Tafseer e Mazhari, vol:8, p: 12

36 ۔ الجامع الصّحیح للبخاری، ۱۴۴/۱، مطبوعہ وزارتِ تعلیم
Al Jamy o Al Sahih Lilbukhari, Matbooa Wzart e Taleem, Vol:1, P: 144

37 ۔ پانی پتیؒ، قاضی محمد ثناءاللہ: ارشادالطالبین (مترجم ڈاکٹر غلام محمد) ص: ۶۴
Pani Patti, Qazi Muhammad Snaullah, Irshad Al Talbeen,Translater Doctor Ghulam Muhammad , P: 64

38 ۔ تفسیرِ مظہری، ۳۸۷/۳
Tafseer e Mazhari, vol:3, p: 387

39 ۔ الانفال، ۸:۲۴
Al Anfaal, 8:24

40 ۔ یونس، ۱۰:۶۳
Younas, 10:63

41 ۔ تفسیر مظہری، ۱۰/۲۱
Tafseer e Mazhari, vol:21, p:10

42 - قشیری، امام ابوالحسین مسلم بن حجاج: صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعا، مکتبہ دار السّلام ریاض (سعودیہ)۔

Qoshairi, Imaam Abo al Hussain Muslim Bin Hjjaj,Sahih Muslim, Kitab al zikr wa aldoa, maktba dar al salam, Riyadd,

43 - تفسیر مظہری، ۱۰/۲۱

Tafseer e Mazhari, vol:21, p: 10

44 - سنن ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء الدّال علی الخیر کفاعلہٖ۔

Sunn e Tirmazi, Kitab o al ilam, Bab o maja alddaal ala al Khair e kfaailahi.

45 - الجامع الصّحیح، کتاب الانبیاء، باب قولہٖ تعالیٰ (یزفّون)، حدیث: ۳۳۶۹

Al Jamy o Al Sahih, Kitab o lanbia, Babo qolahi Taala, Hadith no: 3369

46 - تفسیرِ مظہری، ج۵، ص: ۶۱

Tafseer e Mazhari, vol:5, p: 61

47 - تفسیر مظہری، ج۲، ص: ۴۹۴

Tafseer e Mazhari, vol:2, p: 494